اسلامی انقلاب اور ہمارے فرائض

لفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر غلام فرید بھٹی صاحب

تعارف یہ ملک اِس لیے قائم کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسی جگہ مہیا کر دی جائے جہاں وہ پوری آزادی سے اپنے عقائد اور نظریات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ اس ملک میں ایک ایسی حکومت قائم ہو جو ایسے حالات پیدا کرے جو مسلمانوں کے لیے اپنی زندگیاں اسلامی نظامِ حیات کے مطابق ڈھالنے میں مدد دے سکیں۔ اگرچہ اس ملک کو بنے ہوئے چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، لیکن یہاں کے باشندوں کی یہ توقعات ابھی تک پوری نہیں ہو سکیں۔

اس ملک میں یہ اسلامی یا مثبت تبدیلی کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پیش خدمت ہیں:

۱۔ اسلام کے بنیادی عقائد اسلام کا سارا دارومدار توحید و رسالت اور آخرت کے عقیدہ پر ہے۔ اِن تین چیزوں میں شک پیدا ہو جانے کے بعد کوئی شخص اسلامی تہذیب کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں رہ سکتا۔ سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے جن نوجوانوں میں کوئی اسلامی شعور موجود ہے وہ اپنی درس گاہوں میں الحاد، دہریت اور تشکیک پیدا کرنے والی ہر تحریک کا مقابلہ کریں۔ کسی ایسی تحریک کو قدم نہ جمانے دیں جو ان بنیادی عقیدوں سے منحرف کرنے والی ہو۔

یہ زمین خدا کی ہے۔ ہوا، پانی، روشنی اور ہر وہ شے جس پر ہم زندگی بسر کرتے ہیں، سب کچھ خدا کا ہے۔ یہ جسم جو ہمیں حاصل ہے اور اس کے اندر جو طاقتیں ہیں، سب خدا کی بخشی ہوئی ہیں۔ ملک بھی

اللہ تعالیٰ کا ہے ، اس لیے حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہو گا - اس کے سوا کسی کو انسانوں کے لیے خدا کے قانون کے منافی کوئی دوسرا قانون بنانے کا حق نہیں ہے - انسان کا خالق اللہ ہے ، وہی انسانی نفسیات اور ضروریات کو سب سے زیادہ سمجھتا ہے - اس لیے انسان کے لیے قانون بنانے کے لیے وہی سب سے بہتر قانون بنانے والا ہے - اور اسی کو اس کا صحیح حق پہنچتا ہے -

اللہ تعالیٰ انسانوں کو براہِ راست قانون نہیں دیتا ، بلکہ اپنے رسولوں کے ذریعے دیتا ہے - ہمارے رسول اکرمؐ کسی انسان کے منتخب کیے ہوئے حکمران نہیں تھے - نہ وہ خود اپنے آپ حکمران بن گئے تھے ، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس منصب پر مقرر فرمایا تھا کہ آپؐ لوگوں کو تعلیم بھی دیں اور ان کی تربیت بھی کریں - اُن کے ذہن و فکر اور اخلاق بھی ٹھیک کریں - اور جو لوگ خدا کے احکام کو قبول کر کے اُن کے برحق ہونے پر ایمان لائے ہوں ، اُن کے ذریعے سے احکاماتِ الٰہی کو نافذ بھی کریں ، اس لیے منصبِ رسالت اور احکاماتِ رسالت پر ایمان لانا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا خود اللہ کی موجودگی اور اس کی صفات و احکامات پر ایمان لانا ضروری ہے -

اگر انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ نہ سمجھے اور اس کو یہ یقین نہ ہو کہ ایک دن اسے مرکر اپنے خدا کے سامنے جانا ہے اور اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہے تو وہ نہ اسلام کے راستہ پر چل سکتا ہے اور نہ حقیقت میں صحیح انسان بن سکتا ہے -

یہ تین عقائد ایک مسلمان کی زندگی میں ایک بنیادی اہمیت رکھتے ہیں - اِن عقائد پر پختہ یقین کیے بغیر اسلامی انقلاب کی منزل کی طرف ہم آگے نہیں بڑھ سکتے - اور نہ ہی ان عقائد کے بغیر ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کے برتاؤ میں کوئی مثبت تبدیلی پیدا کی جا سکتی ہے -

۲ - علمِ دین سے واقفیت ہمارے نوجوان طلبا اور تحریکِ اسلامی کے تمام کارکنوں کو اس بات کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ اُن کو دینِ اسلام سے واقف کرانے کے معاملے میں جو کچھ بھی کوتاہی ہمارے نظامِ تعلیم میں کی گئی ہے اس کی تلافی وہ اپنی کوششوں سے کریں - آپ کی اپنی زبان میں جو اسلامی لٹریچر موجود ہے ، اُس کا مطالعہ کیجیے - اور کم از کم اتنا ضرور جان لیجیے کہ مسلمان اور کافر میں کیا فرق ہے ؟ مسلمان کے لیے کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ، اس کے فرائض کیا ہیں - اُس کے لیے اخلاق کے کیا اصول ہیں ، معاشرے میں اس کا کیا مقام اور اُس کی کیا ذمہ داری ہے - ایک مسلمان کے لیے علمِ دین حاصل

کرنا کیوں ضروری ہے۔ ان بنیادی امور کو جانے بغیر تحریکِ اسلامی کا کوئی کارکن اپنے فرائض ادا نہیں کر سکتا۔

۳۔ علمِ دین دوسروں تک پہنچائیں
ایک مسلمان کے لیے علمِ دین حاصل کرنا ہی کافی نہیں، اُسے دوسروں تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔ لمبی لمبی ڈاڑھیاں رکھ کر، لمبے لمبے چغے پہن کر، سر پر اسلامی وضع قطع کی ٹوپیاں پہن کر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر کے اسلامی انقلاب نہیں لایا جا سکتا۔ اِس کے لیے خون پسینہ ایک کرنا ہوگا۔ جب دوسرے سو رہے ہوں گے آپ کو جاگنا ہوگا۔ طعنے سننے ہوں گے، تنقید برداشت کرنا ہوگی۔ اور ہر ممکن ذریعۂ ابلاغ کو استعمال کرتے ہوئے علمِ دین کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا ہوگا۔

ذاتی ملاقاتیں، جمعہ کے وعظ، لٹریچر، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبار، رسالے، کتب اور ٹیپ ریکارڈر، غرض ہر جدید ذریعۂ اظہار کی مدد سے علمِ دین کی شعاعوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا اور ایوانِ زندگی کے گوشوں اور کونوں تک کو منور کرنا ہوگا۔ اپنی ذات سے باہر نکل کر آپ کا اپنا گھر، آپ کا خاندان، آپ کے عزیز و اقارب، آپ کے دوست احباب، آپ کا محلہ، آپ کا شہر، آپ کا ملک اور پوری دنیا کتنے میدان ہائے کار ہیں: جو آپ کے کام کا انتظار کر رہے ہیں۔

۴۔ علمِ دین کو عملی زندگی میں نافذ کریں
علمِ دین حاصل کرنا اور اس علم کو دوسروں تک پہنچانا تو اہم ہے ہی لیکن اس علم کو عملی طور پر بروئے کار لانا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ کوئی علم اس وقت تک اپنے اثرات مرتب نہیں کرتا، جب تک اس علم کے اصولوں کو ہم اپنی عملی زندگیوں میں نافذ نہ کریں۔ کوئی نظامِ حکومت خواہ کتنے ہی اعلیٰ مرتبے کا ہو اور اس کے قوانین خواہ کتنے ہی بہترین کیوں نہ ہوں، اگر اس کی عمارت اخلاق کی مضبوط بنیاد پر قائم نہ ہو، اگر اس کے چلانے والے بلند سیرت و کردار کے مالک نہ ہوں، اگر معاشرہ ایماندار اور خدا ترس نہ ہو تو وہ کبھی کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ جس چیز کا نام اسلامی نظام ہے، وہ کسی بے ایمان، منافق اور بدکردار حکومت کے ہاتھوں سے نہیں چل سکتا ــــ خدا کے خوف سے عاری سرکاری ملازمین کی مشینری اسے نہیں چلا سکتی۔

اس لیے بڑا ضروری ہے کہ ہماری درس گاہیں اور سرکاری ملازمین کو تربیت دینے والے ادارے کسی ایسے نظام کے تحت چل رہے ہوں جو نہ صرف تکنیکی اعتبار سے اچھے ملازمین پیدا کریں بلکہ نظریاتی لحاظ

سے اچھے مسلمان بھی تیار کریں۔

حکومتی سطح کے علاوہ ہم اپنے گھروں میں، نجی کاروبار میں، اور روزمرہ لین دین میں، اور تمام سماجی رابطوں اور رشتوں میں اسلامی اصولوں کو عملی جامہ پہنا کر عوام الناس کو اسلام سے روشناس کرائیں۔ اسلامی انقلاب لانے کے لیے حکومت اور عوام دونوں کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک عمل کریں۔

کسی قوم کی نئی نسل اگر اپنا قومی تشخص کھو دے۔۔ اور کوئی دوسرا تشخص اس پر مسلط ہو جائے یا وہ خود شوق سے اختیار کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قوم ختم ہو گئی۔ کیونکہ قوم محض انسانی جسموں کا نام نہیں ہے، بلکہ انسانوں کی تہذیب و تمدن، ان کے سوچنے کے انداز، ان کے اخلاق کے نمونوں اور ان کے اچھے یا بُرے اعمال کے مجموعے کا نام ہے۔

۵۔ تہذیبی میراث کو آئندہ نسلوں تک منتقل کریں

یہ زمین جسے آج ہم پاکستان کہتے ہیں، ہمارے بزرگوں نے اس غرض کے لیے حاصل کی تھی کہ یہاں اسلامی تہذیب جلوہ گر ہو۔ اور ہم جس نظام زندگی کے قائل ہیں اس کو یہاں عمل میں لایا جاسکے، تاکہ آئندہ نسلیں اس رنگ میں رنگی جائیں۔ اور ان کو ہم انہی اصولوں کے مطابق تیار کر کے جائیں۔ اس ملک میں مسلمان قوم اسی صورت میں زندہ رہ سکتی ہے بشرطیکہ وہ اس قابل ہو کہ وہ اس تہذیبی میراث کو منتقل کر سکے۔ اور پھر نسل در نسل اس کے منتقل ہونے کا سلسلہ چلتا رہے۔ اگر ہم ان امتیازی خصوصیات کو باقی نہ رکھ سکیں اور ہماری نئی نسل اسلامی تہذیب کے بجائے کسی اور رنگ میں رنگی جائے تو آئندہ پاکستان میں مسلمان قوم نہیں، بلکہ کوئی اور قوم آباد ہو گی۔

یہ محض تعلیم کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہمارے قومی وجود اور اس کی بقا کا مسئلہ ہے۔ ہم یہاں ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے اسی طرح زندہ اور باقی رہ سکتے ہیں جب ہماری نوجوان نسل جو درس گاہوں میں تیار ہو رہی ہے۔ ٹھیک ٹھیک اسلامی تہذیب کی حامل ہو۔ اور اس کی علمبردار بن کر اس سرزمین میں رہے۔

۶۔ اسلامی حکومت

ہمارا ملک ایک نظریاتی ملک ہے، لہٰذا اس کی حکومت کا بھی نظریاتی ہونا نہایت ضروری ہے۔ طاقت اور دولت حکومت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ قانون حکومت بناتی ہے۔ پولیس اور فوج کی قوت حکومت کے پاس ہوتی ہے۔ ذرائع ابلاغ حکومت کے قبضے میں ہوتے ہیں۔

حکومت کے اختیارات جن لوگوں کے ہاتھ میں ہوں گے۔ ان کے ذہن اور فکر جس قسم کے ہوں گے، اُن کے بناتے ہوئے اصول و قوانین اور پالیسیوں کے خطوط بھی اسی فکر کے مظہر ہوں گے۔

حکومت کے ہیں ارباب اختیار انہی قوتوں کے مددگار ہوں گے جو اُن کے فکر اور خیالات کے مطابق ہوں گی انہی کی وہ پشت پناہی کریں گے اور انہی کے وہ سرپرست اعلیٰ بنیں گے۔ حکومت کی سرپرستی اور مدد کے بغیر معاشرے میں کسی کام کا آسانی سے ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس کی عدالتیں، اس کی انتظامیہ، اس کی قانون ساز اسمبلیاں، اس کی پولیس، اس کی فوج اور اس کی سرکاری مشینری ، اُن قواعد و ضوابط کی پابند ہو گی جو حکومت ان اداروں کے چلانے کے لیے بنائے گی۔

طاقت جن ہاتھوں میں ہے اگر وہ خراب ہیں تو وہ خود بھی ظلم کریں گے اور ظالموں کا ساتھ بھی دیں گے۔ اصلاحِ معاشرہ کے کام کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ حکومت نیک اور پرہیزگار لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔ شراب، جوا، زنا، سود، رشوت، فحش تماشے، بے حیائی کے لباس، عریاں اور نیم عریاں عورتوں کی تصاویر، بداخلاق بنانے والی تعلیم و تربیت اور ایسی ہی بہت سی دوسری معاشرتی برائیاں محض وعظ و نصیحت کی نسبت حکومت کے احکامات سے زیادہ آسانی سے دُور کی جا سکتی ہیں۔

اس ملک میں اسلامی حکومت کس طرح قائم کی جائے؟ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے۔ میری رائے میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنے نظامِ تعلیم، سرکاری ملازمین منتخب کرنے والے اداروں، سرکاری ملازمین کی تربیت کرنے والے اداروں، ملکی ذرائع ابلاغ اور عوام الناس کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

۷۔ **نظامِ تعلیم** کسی ملک کا نظامِ تعلیم ایک ایسا سانچہ ہے جس میں نسلوں کو ڈھالا جاتا ہے۔ نظامِ تعلیم ہمیشہ قومی اُمنگوں کا مظہر ہوتا ہے۔ ایک منظم نظامِ تعلیم نہ صرف اس بات کو واضح کرتا ہے کہ معاشرہ میں کس قسم کے انسان درکار ہیں، بلکہ وہ ایسے انسان پیدا بھی کرتا ہے۔

ایسے نظامِ تعلیم میں طلبا، اساتذہ، درسی کتب اور ذرائع ابلاغ سب ایک ہی مقصد کی تکمیل کے لیے کام کرتے ہیں۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اس کے باشندوں کو ایک خاص رواج اور ایک خاص طرزِ فکر درکار ہے۔ ہمارے نظامِ تعلیم کو اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ ایسے شہری تیار کرے جو حکومت کے ہر شعبے میں اس مملکت کے نظریاتی تقاضوں کو پورا کر سکیں۔

ہمارے نظامِ تعلیم کا بنیادی نقص یہ ہے کہ جن ایمانیات اور جن عقائد پر ہماری تہذیب اور ہمارے اخلاق کی ساری بنیاد قائم ہے، یہ تعلیم ان کو تقویت پہنچانے کے بجائے اُلٹا اُن کو کمزور کرتی ہے۔ بہت ہی کم لوگ ایسے ہوں گے کہ جو اپنے یقین کی چولیں ڈھیلی کیے بغیر اس تعلیم سے فارغ ہو کر بخیریت باہر نکل آتے ہوں۔

جس شخص کے اندر اپنی ذات سے بالاتر کسی چیز کی وفاداری باقی نہ رہی ہو، اُسے آپ کس طرح ذاتی مفاد کی قربانی پر آمادہ کر سکتے ہیں؟ یہ قصور درسی کتب، اساتذہ اور تعلیمی ماحول سب کا ہے۔ انگریزوں نے یہاں ایسا نظام قائم کیا جو ہمارے ایمان کو کمزور کرنے والا، ہمارے عقائد کو مشکوک بنانے والا اور ہماری نگاہوں سے خود اپنی تہذیب کو گرا دینے والا تھا۔ ان کا سیاسی مفاد ہی اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ ہمیں اسلام سے جس حد تک منحرف کرا سکتے ہوں، کریں۔ لیکن اب پاکستان بننے کے بعد اس لادینی نظامِ تعلیم میں تبدیلی آنی چاہیے۔

ہمیں اپنی درسی کتب خود لکھنی چاہییں، اپنے نظامِ تعلیم میں ہمیں اپنے نظریاتی پہلوؤں کو نمایاں کرنا چاہیے۔ ہمیں ایسے اساتذہ منتخب کرنے چاہییں جو اسلام کی محبت سے بھی سرشار ہوں اور پوری پیشہ وارانہ مہارت بھی رکھتے ہوں۔ ہم مغرب کی جدید علمی ترقی سے بھی استفادہ کریں، لیکن مغرب کے لادینی نظامِ تعلیم کے نقصانات کو بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ مغربی علوم اور کتب سے استفادہ کرتے وقت ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اگر ہم مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان تمام علوم کو مسلمان بنا کر پڑھانا ہوگا۔ ورنہ یہ علوم ہمیں مسلمان نہ رہنے دیں گے۔ یہ ہماری تعلیم کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اس کو ہم جتنا جلدی سمجھ جائیں ہمارے لیے اتنا ہی بہتر ہے۔

ہماری درس گاہوں میں آج ایسے اساتذہ موجود ہیں جو دن رات طلبہ کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ عقیدہ بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کی کوئی تہذیب نہیں ہے۔ اسلام کا کوئی سیاسی، معاشی یا معاشرتی نظام نہیں ہے۔ اسلام کے اگر کچھ اُصول ہیں بھی تو وہ اس زمانے میں نہیں چل سکتے۔ تاریخ میں مسلمانوں کا کوئی قابلِ فخر کارنامہ نہیں ہے۔ جتنے بھی ہیرو ہو گزرے ہیں وہ سب غیر مسلم تھے۔

یہ مسلمان طلبہ کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ اِن گمراہ کن خیالات کا جواب دینا نہایت ضروری ہے۔ اس

کے لیے اپنے دین، اپنی روایات، اپنی تہذیب اور اپنی تاریخ کا گہرا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ ہمارے مسلمان طلبہ اپنی روایات اور ماضی کے سنہری کارناموں سے واقفیت پیدا کر کے ان الزامات کو جھوٹا ثابت کر سکیں۔

یہی ایک طریقہ ہے جس سے ہم لوگ مسلمانوں کو احساسِ کمتری سے نکال سکتے ہیں اور ان میں ایک دفعہ پھر خود اعتمادی پیدا کر سکتے ہیں۔ انہیں اپنی روایات اور تہذیب سے محبت کرنا سکھا سکتے ہیں۔

۸۔ **سرکاری ملازمین** حکومت کی مشینری چلانے میں سرکاری ملازمین کو ایک انتہائی اہم حیثیت حاصل ہے۔ سرکاری ملازمین کا اصل ذہن اور فکر تو تعلیمی درس گاہوں میں ہی بن جاتا ہے۔ ان درس گاہوں میں درسی کتب اور اُستاد ان کا ذہن بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تعلیمی ادارے کا عمومی ماحول، مخلوط تعلیم کا ہونا یا نہ ہونا، یہ سب چیزیں طالب علم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ خصوصاً اعلیٰ طبقوں کے وہ طلبہ جو کسی مشنری یا خالص فرنگی طرز کے ادارۂ تعلیم و تربیت سے گزرتے ہیں، ان کی پوری شخصیت دگرگوں ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد سرکاری ملازمت کے لیے انتخاب کا نظام، منتخب کرنے والے افراد، مقابلہ کے امتحان میں تعلیمی مواد کا سلیبس، یہ ساری چیزیں سرکاری ملازم کی تربیت کا آغاز کر دیتی ہیں۔ ملازم ہونے کے بعد سرکاری ملازمین کے مخصوص ادارے، ان کا ماحول، ان میں پڑھانے والے اساتذہ، ان اداروں میں پڑھائی جانے والی درسی کتب سب مل کر سرکاری ملازمین کی تعلیم و تربیت میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

پھر جب ملازمین خصوصاً افسر لوگ دفتری ماحول میں داخل ہوتے ہیں تو بیورکریسی کے پیدا کردہ طرح طرح کے لوگ ان کو چمٹ جاتے ہیں جن کے جراثیم فضا میں پھیلے ہوتے ہیں اور دماغوں کو دماغوں سے چھوت بھی لگتی ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے سرکاری ملازمین ذہن اور فکر کے لحاظ سے پکے مسلمان ہوں جو اس مملکت کی نظریاتی ضروریات کو پورا کر سکیں تو ہمیں مندرجہ بالا سرکاری ملازمین سے متعلق تمام عوامل کا مکمل جائزہ لینا چاہیے۔ اور ان عوامل کو سب سے پہلے مسلمان بنانے یا ماحول سے خارج کرنے کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔ اسلام ناآشنا اداروں سے مسلمان تیار ہونے کی توقع کرنا ایک غیر فطری اور غیر عقلمندانہ توقع ہے۔ (باقی)